عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

کا

شرعی و تاریخی جائزہ

از قلم

أبو عبد الرحمان محمد رفيق الطاهر

مدرس جامعة دار الحديث المحمدية

ملتان

ادارہ دین خالص

www.deenekhalis.net

الفہرست

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين ،

أما بعد!

اللہ رب العالمین نے تکمیل دین اسلام کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الإِسْلاَمَ دِيناً [المائدة : ۳]

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا ہے اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا ہے۔

اور امام الأنبیاء جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ [المائدة: ٦٧]

اے رسول ! صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ آپکی طرف آپکے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس (سب کچھ) کو پہنچا دیں۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے پیغامات (الہیہ) کو نہیں پہچایا، اللہ آپکو لوگوں سے بچائے گا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یقینا سارے کا سارا دین ہم تک پہنچا دیا ہے اور اسکی گواہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حجۃ الوداع کے موقع پر یوں دی "نعم قد

بلغت وأديت ونصحت" (صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ح ۱۲۱۸) ہاں آپ نے دین حق پہنچا دیا ہے، امانت ادا کر دی ہے اور نصیحت فرما دی ہے۔

اور اللہ رب العالمین نے ہمیں صرف اور صرف وحی الہی کی اتباع کا حکم دیتے ہوئے غیر وحی کی پیروی سے منع کیا اور فرمایا: اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ (الأعراف : ۳) جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف وحی کیا گیا اسی کی ہی پیروی کرو اور اسکے علاوہ دیگر اولیاء کی پیروی نہ کرو تم کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو۔

اور وحی الہی صرف اور صرف کتاب وسنت میں محصور و مقصور ہے۔ کتاب وسنت کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ بدعت ہے۔ جس سے دین نے روکا ہے بلکہ دین میں نئی نئی بدعتیں ایجاد کرنے کو رسول اللہ ﷺ نے ضلالت وگمراہی سے تعبیر فرمایا ہے۔ جشن عید میلاد النبی ﷺ بھی ایک قبیح بدعت ہے جسکا وجود خیر القرون میں نہیں ملتا۔ آیئے اس بدعت کی تاریخ اور حقیقت کو جانیں اور اسکا شرعی حکم سمجھیں۔ اللہ تعالی ہم سب کو اپنے صحیح دین پر کما حقہ عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

وکتبه

أبو عبد الرحمن محمد رفيق طاهر

مدرس جامعه دار الحديث المحمدية

عام خاص باغ ملتان

بدعت

بدعت کی لغوی تعریف:

علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی اپنی کتاب القاموس المحیط ٣/٣ میں لکھتے ہیں:

" بدعة بالكسر الحدث فى الدين بعد الإكمال أو ما استحدث بعد النبي ﷺ من الأهواء والأعمال .

بدعت "با" کے کسرہ کے ساتھ: ایسی چیز جو تکمیل دین کے بعد ایجاد کی جائے، یا وہ چیز جو رسول اللہ ﷺ کے بعد خواہشات واعمال کی صورت میں پیدا کی جائے۔

بدعت کی اصطلاحی تعریف:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ "

[سنن نسائی کتاب صلاة العیدین باب کیف الخطبة (١٥٧٨)]

اور کاموں میں سے بدترین کام اس (اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی شریعت) میں نو ایجاد شدہ کام ہیں، اور ہر (ایسا) نو ایجاد شدہ کام بدعت ہے۔

بدعت کی مذمت

اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (القصص:۵۰)

اور اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالی کی (نازل کردہ شرعی) ہدایت کے بجائے اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالی ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" إِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ "

[سنن نسائی كتاب صلاة العيدين باب كيف الخطبة (۱۵۷۸)]

یقیناً سب سے سچی بات کتاب اللہ ہے، اور بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، اور کاموں میں سے بدترین کام اس (اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی شریعت) میں نو ایجاد شدہ کام ہیں، اور ہر (ایسا) نو ایجاد شدہ کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی جہنم میں (لے جانے والی) ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ فِيهِ فَهُوَ رَدٌّ

[صحيح البخاري كتاب الصلح باب إذا اصطلحوا على جور فالصلح مردود (۲٦۹۷)]

جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے وہ چیز مردود ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

ارشاد فرمایا:

" مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ"

[صحيح مسلم كتاب الأقضية باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور (١٧١٨)]

جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہمارا امر نہیں ہے وہ کام مردود ہے۔

امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے ایک صحیفہ لکھوایا جس میں مدینہ کے بارہ میں یہ درج تھا:

"مَنْ أَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا أَوْ آوَىٰ مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ "

[صحيح البخاري كتاب الحج باب حرم المدينة (١٨٧٠)]

جس نے اس (مدینہ) میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالی، فرشتوں، اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اس سے کوئی فرضی یا نفلی عبادت قبول نہیں کی جائے گی۔

سیدنا عبداللہ بن عمر نے فرمایا:

"كل بدعة ضلالة وإن رآها الناس حسنة"

(السنة للمروزي، ص ٢٩ ؛ وسنده صحيح)

'ہر بدعت گمراہی ہے چاہے لوگ اسے "حسنہ" ہی کیوں نہ سمجھیں'

بدعت شیخ عبد القادر جیلانی کی نظر میں!

آخر میں ہم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف غنیۃ الطالبین (ص۔۱۸۵-۱۸۶ مطبوعہ نعمانی آفسٹ پریس دہلی ۶، ناشر فرید بک ڈپو جامع مسجد دہلی ۶) سے ایک اقتباس نظر قارئین کرتے ہیں:

بدعت: ہوشیار اور دانا مومن کے لیے بہتر ہے کہ آیات اور احادیث کے ظاہری معنوں کے مطابق ان پر عمل کرے اور تابعدار رہے، نئی نئی باتیں نہ نکالے، نہ اپنی طرف سے کمی بیشی یا تاویلیں کرے۔ ایسا نہ ہو بدعت اور گمراہی میں پڑ کر ہلاک ہو جائے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ پیروی کرو بدعت اختیار نہ کرو۔ یہی تمہارے لیے کافی ہے۔ معاذ بن جبل کا ارشاد ہے کہ پوشیدہ باتوں کی ٹوہ لگانے سے بچو اور یہ مت کہو کہ فلاں چیز کیا ہے۔ جب مجاہد کو حضرت معاذ کی اس حدیث کا علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ ہم کہا کرتے تھے کہ یہ کیا ہے مگر اب ہم ایسا نہیں کریں گے۔

سنت اور جماعت: چنانچہ ہر مومن کو سنت اور جماعت کی پیروی کرنا واجب ہے۔ سنت اس طریقے کو کہتے ہیں جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور جماعت اسے کہتے ہیں جس پر چاروں خلفائے کرام نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اتفاق کیا۔ یہ لوگ سیدھی راہ دکھانے والے تھے، کیونکہ انہیں سیدھی راہ دکھائی گئی تھی۔

اہل بدعت: مناسب یہ ہے کہ اہل بدعت کے ساتھ میل جول نہ رکھا جائے نہ ہی اس کے ساتھ بحث میں نہ پڑے نہ انہیں سلام کرے، ہمارے امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اہل بدعت کو سلام کہنے والا گویا ان سے دوستی رکھتا ہے کیونکہ آنحضرت نے فرمایا آپس میں سلام کو رواج دو تاکہ تمہارے درمیان محبت بڑھے۔ بدعتیوں کے قریب جانا ان کے ساتھ بیٹھنا نہ چاہیے۔ نہ ان کی خوشی کے موقع پر انہیں مبارک باد دو۔ نہ ان کے جنازہ میں شرکت کرو۔ اگر کہیں ایسے لوگوں کا ذکر ہوتا ہو تو ان کے بارے میں رحمت کے کلمے بھی نہیں کہنے چاہئیں، بلکہ ان سے دور رہ کر ان سے دشمنی کی جائے۔ یہ دشمنی محض اللہ کے لیے ہو۔ اور اس نیت سے کہ ان کا مذہب جھوٹا ہے۔ ان کی دشمنی سے ہمیں ثواب ملے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا جو شخص اللہ کے لیے اہل بدعت کو اپنا دشمن جانے اس کے دل کو اللہ تعالیٰ ایمان سے بھر دیتا ہے۔ اور جو شخص انہیں خدا کا دشمن جان کر ملامت کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے امن اور ایمان سے رکھے گا اور جو ایسے لوگوں کو ذلیل کرے اسے بہشت کے سو درجے ملیں گے۔

اس کے برعکس جو شخص بدعتی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملے جو اس کی خوشی کا باعث اور اس شخص نے اس چیز کی حقارت کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

حضرت ابی مغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ آنحضرت نے فرمایا- اللہ تعالیٰ بدعتیوں کے اعمال قبول نہیں کرتا جب تک وہ بدعت سے باز نہ آجائیں۔ فضیل بن عیاض روایت کرتے ہیں کہ اہل بدعت کے ساتھ دوستی رکھنے والے کے نیک اعمال ضائع کر دیے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ایمان کا نور نکال لیتا ہے۔ اور جو شخص

اہل بدعت سے دشمنی رکھتا ہے اسے اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے۔ خواہ اس کے نیک اعمال تھوڑے ہی ہوں۔

تو کسی بدعتی کو جاتا ہوا دیکھے تو وہ راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر چلا جا۔ فضیل بن عیاض کہتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ کو یہ کہتے سنا کہ جو شخص بدعتی کے جنازے کے ساتھ جائے جب تک واپس نہ آجائے اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر نازل ہوتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بدعتی پر لعنت کی ہے۔ فرمایا جو شخص دین میں کوئی نئی بات پیدا کرے یا بدعتی کو اپنے ہاں پناہ دے اس پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور سب انسانوں کی لعنت نازل ہوتی ہے۔ اس کے صرف اور عدل کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ صرف سے مراد فرض ہے اور عدل سے نفل۔ ابو ایوب سختیانی روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی کو سنت نبوی کے بارے میں اطلاع اور وہ جواب میں یہ کہے کہ اس سنت کو اپنے پاس رکھو اور مجھے صرف یہ بتاؤ کہ قرآن میں اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ تو ایسا شخص گمراہ ہے۔

اہل بدعت کی پہچان: اہل بدعت کی بعض نشانیاں ہیں جن سے وہ جانے جاسکتے ہیں۔ وہ حدیث کی تحقیر کرتے ہیں۔ زندیق کی پہچان یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کو جھوٹا کہتا ہے۔ فرقہ قدریہ اہلحدیث کو مجبرہ کہتے ہیں۔ جہمیہ اہل حدیث کو مشبہہ کہتے ہیں۔ رافضی اہل حدیث کو ناصبہ کہتے ہیں۔ یہ سب وہ اس لیے کہتے ہیں کہ انہیں اہل سنت کے ساتھ دشمنی اور تعصب ہے۔ اہل سنت کا صرف ایک ہی نام ہے یعنی اہل حدیث۔ اس کے سوا کوئی نام نہیں۔ اور بدعتی جو اپنا لقب اہل سنت رکھتے ہیں وہ ان کے نام کے ساتھ لگاؤ نہیں کھاتا۔ انتہی۔

امام الانبیاء ﷺ کی تاریخ ولادت

امام الانبیاء جناب محمد مصطفی ﷺ کی تاریخ پیدائش میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ کسی نے بارہ ربیع الاول کہا ہے کسی نے آٹھ کسی نے نو اور کسی نے ۱۰ محرم الحرام لیکن زیادہ تر مؤرخین و محققین کے نزدیک آپ ﷺ کی صحیح تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول ہی ہے۔

موجد بریلویت احمد رضا خاں بریلوی اپنی کتاب ملفوظات ۲/ ۲۲۰ میں لکھتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کو ہے اور اسی میں وفات شریف ہے۔"

قاضی محمد سلیمان منصور پوری اپنی کتاب رحمۃ للعالمین ص ۴۰ پر تحریر فرماتے ہیں:

"ہمارے نبی ﷺ موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۹ ربیع الاول، عام الفیل، بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بمطابق یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق، قبل از طلوع نیر عالم تاب پیدا ہوئے۔ حضور ﷺ اپنے والدین کے اکلوتے بچے تھے۔"

سید سلیمان ندوی اپنی کتاب سیرت النبی ۱/ ۱۷۱ میں رقمطراز ہیں:

"تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت ۹ ربیع الاول اور شنبہ بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء ہوئی تھی۔"

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی اپنی کتاب تاریخ اسلام حصہ اول ص ۷۶ میں لکھتے ہیں:

"چنانچہ ۹ ربیع الاول، عام الفیل، بمطابق ۴۰ جلوس کسری نوشیروان، بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء، بروز دوشنبہ، بعد از صبح صادق، اور قبل از طلوع آفتاب آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے۔"

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین : ۲/ ۳۹۲، طبع بیروت میں تحریر فرماتے ہیں:

"ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت دس محرم کو ہوئی ہے۔"

الغرض اس بارہ میں بہت اختلاف ہے کہ آپ ﷺ کی تاریخ ولادت کیا ہے لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا کہ محققین علماء کے آراء کی روشنی میں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ آپ ﷺ کی صحیح تاریخ پیدائش نو(۹) ربیع الاول ہی ہے۔اس تاریخ کی تحقیق نہایت ہی آسان طریقے سے آپ خود بھی سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن اس سے قبل چند بنیادی باتیں سمجھنا ضروری ہیں:

1 :: موجودہ رائج شدہ عیسوی کیلینڈر کے رائج ہونے سے پہلے سال کو ۳۶۰ دن کا سمجھا جاتا تھا لیکن سن ۴۷ ق م میں شاہ روم جولیس سیزر کے حکم پر رومی اہل علم نے موسموں کا اندازہ لگانے کے بعد سال کو ۳۶۵ دن ۶ گھنٹے یعنی تین سال تک سال ۳۶۵ دن اور چوتھے سال ۳۶۶ دن یعنی لیپ کا سال شمار کرنا شروع دیا لیکن سن ۸ ق م میں ریاضی دانوں نے یہ تحقیق پیش کی کہ سورج کے گرد زمین کے ایک چکر کی مدت کی مناسبت سے تقریباً ۱۴ منٹ فی سال زیادہ شمار ہوتے ہیں چنانچہ انہوں نے پوری صدی کو لیٹ کا سال شمار نہ کرنے کا حکم صادر کر دیا لیکن سترھویں صدی میں پوپ گریگری سیز دھم نے اس حساب میں بھی غلطی ثابت کرتے ہوئے اور سورج کے گرد زمین کے ایک چکر اور سال کے دورانیے میں مطابقت پیدا رہنے کے لیے ہر چوتھی صدی کو لیپ کا سال قرار دیا۔ جبکہ باقی صدیوں مثلاً ۱۵۰۰ ، ۱۷۰۰ کی طرح کے سالوں کو ۳۶۵ دنوں کا سال شمار کیا جانے لگا۔ اور یہی کیلینڈر آج تک رائج ہے۔

..

2 :: ہجری تقویم کا دارو مدار چاند کی زمین کے گرد گردش پر ہے۔ماہرین فلکیات اور ہیئت دانوں کے بہت محتاط حساب کے مطابق چاند زمین کے گرد ایک چکر ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ 2.8 سیکنڈ میں مکمل کرتا ہے۔ یعنی ہجری مہینے کا دورانیہ ۲۹ دن ۱۲ گھنٹے ۴۴ منٹ ۲.۸ سیکنڈ یعنی ۲۹.۵۳۰۵۸۷۹ دن بنتا ہے تو ایک ہجری سال کا دورانیہ ۲۹.۵۳۰۵۸۷۹ ضرب ۱۲ یعنی کل ۳۵۴.۳۶۷۰۵۵۵ دن بنتا ہے

3 :: ایک اہم ترین بات ذہن نشیں رہے کہ منازل قمر میں بے ترتیبی پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے عام ہجری سالوں اور لیپ سالوں میں کوئی خاص ترتیب قائم نہیں رہتی لیکن اتنا ضرور ہے کہ ۳۰ ہجری سالوں میں ۱۱ سال لیپ کے ہوتے ہیں یعنی مکمل ۳۵۵ دنوں کے۔

ان بنیادی باتوں کو سمجھنے کے بعد اب ہم چلتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش کی تحقیق کی طرف۔

بلحاظ تقویم قمری

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سال ولادت ۵۳ق ھ (قبل از ہجرت)

محرم الحرام ۵۳ق ھ سے ذوالحجہ ۱۴۳۱ تک کل سال بنے ۱۴۳۱+۵۳= ۱۴۸۴ سال

ایک ہجری سال کا دورانیہ 354.3670555 = دن

1484 سالوں کے کل دن ۱۴۸۴ * ۳۵۴.۳۶۷۰۵۵۵ = ۵۲۵۸۸۰.۷۱۰۳۶۲ دن

یعنی یکم محرم الحرام سن ۵۳ق ھ تا یکم محرم الحرام ۱۴۳۲ھ کل دن ۵۲۵۸۸۰ دن

(اعشاریہ کا جو فرق ہے وہ منازل قمر کی بناء پر ہے)

تو ۹ ربیع الاول ۵۳ق ھ تا یکم محرم الحرام ۱۴۳۲ھ کل دن بنے محرم کے تیس اور صفر کے ۲۹ اور ربیع الاول کے ۸ دن نفی کر کے یعنی ۶۷ - ۵۲۵۸۸۰ = ۵۲۵۸۱۳ دن۔

دنوں کی تعداد بلحاظ شمسی تقویم:

9 ربیع الأول سن ۵۳ق م بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱م سے یکم محرم الحرام ۱۴۳۲ھ بمطابق ۷ دسمبر ۲۰۱۰م تک بننے والے کل دن معلوم کرنے کے لیے:

یکم جنوری تا ۷ دسمبر کل دن = ۳۴۰ دن

(۷ ستمبر کو شمار نہیں کیا گیا کیونکہ ۷ ستمبر کو یکم محرم ۱۴۳۲ھ تاریخ تھی اور ہمیں صرف اور صرف ہجری سالوں کے دن شمار کرنا ہیں تاکہ مکمل ۱۴۳۱ سالوں کے دن سامنے آسکیں)

22 اپریل ۵۷۱م سے ۳۱ دسمبر ۵۷۱م تک کل دن = ۲۵۴ دن

یکم جنوری ۵۷۲م تا ۳۱ دسمبر ۶۰۰م تک کل دن = ۳۶۵*۲۹ + ۷ لیپ کے دن 10592 = دن

یکم جنوری ۶۰۱م تا ۳۱ دسمبر ۷۰۰م تک کل دن = ۳۶۵ * ۱۰۰ + ۲۴ لیپ کے دن 36524 = دن

یکم جنوری ۷۰۱م تا ۳۱ دسمبر ۸۰۰ تک کل دن = ۳۶۵*۱۰۰ + ۲۵ لیپ کے دن (۸۰۰ لیپ سال تھا) = ۳۶۵۲۵ دن

یکم جنوری ۸۰۱م تا ۳۱ دسمبر ۹۰۰م تک کل دن = ۳۶۵ ضرب ۱۰۰ جمع ۲۴ لیپ کے دن 36524 = دن

یکم جنوری ۹۰۱ تا ۳۱ دسمبر ۱۰۰۰م تک کل دن = ۳۶۵ ضرب ۱۰۰ جمع ۲۴ لیپ کے دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۰۰۱ تا ۳۱ دسمبر ۱۱۰۰م کل دن = ۳۶۵ ضرب ۱۰۰ جمع ۲۴ لیپ کے دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۱۰۱م تا ۳۱ دسمبر ۱۲۰۰م کل دن = ۳۶۵ ضرب ۱۰۰ جمع ۲۵ لیپ کے دن (۱۲۰۰ لیپ سال تھا) = ۳۶۵۲۵ دن

یکم جنوری ۱۲۰۱ تا ۳۱ دسمبر ۱۳۰۰م کل دن = ۳۶۵ ضرب ۱۰۰ جمع ۲۴ لیپ کے دن 36524 = دن

یکم جنوری ۱۳۰۱ تا ۳۱ دسمبر ۱۴۰۰م کل دن = ۳۶۵ ضرب ۱۰۰ جمع ۲۴ لیپ کے دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۴۰۱م تا ۳۱ دسمبر ۱۵۰۰م کل دن = ۳۶۵ ضرب ۱۰۰ جمع ۲۴ لیپ کے دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۵۰۱م تا ۳۱ دسمبر ۱۶۰۰م کل دن = ۳۶۵ ضرب ۱۰۰ جمع ۲۵ لیپ کے دن (۱۶۰۰ لیپ تھا) ۳۶۵۲۵ دن

یکم جنوری ۱۶۰۱ تا ۳۱ دسمبر ۱۷۰۰م کل دن = ۳۶۵ ضرب ۱۰۰ جمع ۲۴ لیپ کے دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۷۰۱م تا ۳۱ دسمبر ۱۸۰۰م کل دن = ۳۶۵ ضرب ۱۰۰ جمع ۲۴ لیپ کے دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۸۰۱ تا ۳۱ دسمبر ۱۹۰۰م کل دن = ۳۶۵ ضرب ۱۰۰ جمع ۲۴ لیپ کے دن = ۳۶۵۲۴ دن

یکم جنوری ۱۹۰۱ تا ۳۱ دسمبر ۲۰۰۰م کل دن ۳۶۵ ضرب ۱۰۰ جمع ۲۵ لیپ کے دن (۲۰۰۰ لیپ تھا) = ۳۶۵۲۵ دن

یکم جنوری ۲۰۰۱ تا ۳۱ دسمبر ۲۰۰۹م کل دن ۳۶۵ ضرب ۹ جمع ۲ لیپ کے دن = ۳۲۸۷ دن

پس ثابت ہوا کہ ۲۲ اپریل ۵۷۱م تا ۷ دسمبر ۲۰۱۰م تک کل دن ۵۲۵۸۱۳ دن بنتے ہیں

چونکہ ۹ ربیع الاول ۵۳ ق ھ سے یکم محرم الحرام ۱۴۳۲ھ تک بننے والے دن بحساب قمری تقویم بھی ۵۲۵۸۱۳ ہی بنتے ہیں تو ثابت ہوا کہ ۲۲ اپریل ۵۷۱م بمطابق ۹ ربیع الأول ۵۳ ق ھ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش ہے

اب اس تاریخ پیدائش کا دن معلوم کرنے کے لیے انہی دنوں کو ہفتوں میں تقسیم کریں

یعنی

525813 تقسیم ۷ = ۷۵۱۱۶ ہفتے اور 1 (ایک) دن

تو سات دسمبر ۲۰۱۰م کو دن تھا منگل

لہذا منگل سے ایک دن پیچھے جائیں تو کونسا دن بنتا ہے = سموار کا

لیجئے جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش اور یوم پیدائش کا آسان سا طریقہ تحقیق جسکے ذریعہ سے آپ شمسی یا قمری تقویم میں سے جس تقویم کو چاہیں اپنا کر صحیح دن اور تاریخ معلوم کر سکتے ہیں

اور ہماری اس تحقیق کا خلاصہ نکلا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سموار کے دن ۹ ربیع الأول ۵۳ سال قبل از ہجرت بمطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ میلادی کو اس دنیا میں تشریف لائے

فداہ أبي وامي

تاریخ عید میلاد

دین اسلام میں اللہ تعالی نے صرف دو عیدیں رکھی ہیں عید الفطر اور عید الاضحی۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

كَانَ لِأَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ يَوْمَانِ فِي كُلِّ سَنَةٍ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ قَالَ كَانَ لَكُمْ يَوْمَانِ تَلْعَبُونَ فِيهِمَا وَقَدْ أَبْدَلَكُمُ اللَّهُ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْأَضْحَى

[سنن النسائي ، كتاب صلاة العيدين بابٌ (١٥٥٦)]

اہل جاہلیت کے دو دن ایسے تھے جن میں وہ کھیلا کرتے تھے تو جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا" تمہارے دو دن تھے جن میں تم کھیلا کرتے تھے اور اب اللہ تعالی نے تمہیں ان کی نسبت بہتر دو دن عطاء فرمائے ہیں یعنی عید الفطر اور عید الاضحی کا دن۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ساری حیات طیبہ میں، خلفائے اربعہ سادتنا ابو بکر و عمر و عثمان و حیدر رضی اللہ عنہم نے اپنے ادوار خلافت میں، خیر القرون اور فقہائے اربعہ کے مبارک ادوار میں اس تیسری عید کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔ اور اس بات کا اعتراف بریلوی علماء بھی کرتے ہیں

احمد یار خاں نعیمی بریلوی صاحب نقل فرماتے ہیں:

"لَمْ يَفْعَلْهُ أَحَدٌ مِّنَ الْقُرُونِ الثَّلَاثَةِ، إِنَّمَا حَدَثَ بَعْدُ."

"میلاد شریف تینوں زمانوں میں کسی نے نہ کیا، بعد میں ایجاد ہوا۔"

(جاء الحق : ۱/ ۲۳۶)

اسی طرح غلام رسول سعیدی بریلوی صاحب فرماتے ہیں:

"سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین نے محافلِ میلاد نہیں منعقد کیں بجا ہے۔"

(شرح صحیح مسلم : ۳/ ۱۷۹)

عبد السمیع رامپوری بریلوی لکھتے ہیں :

'یہ سامان فرحت و سرور اور وہ بھی مخصوص مہینے ربیع الاول کے ساتھ اور اس میں خاص وہی بارہواں دن میلاد شریف کا معین کرنا بعد میں ہوا یعنی چھٹی صدی کے آخر میں۔"

(انوارِ ساطعہ: ۱۵۹)

اکابرین بریلویہ کی زبانی یہ بات معلوم کرنے کے بعد کہ رسول اللہ ﷺ ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین و تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے مبارک ادوار میں یہ بدعت موجود نہ تھی اس بات کی تحقیق کرتے ہیں کہ یہ کب ایجاد ہوئی۔

أحمد بن علي بن عبد القادر، أبو العباس الحسيني العبيدي، تقي الدين المقريزي (المتوفى: ٨٤٥ هـ) نے اپنی کتاب المواعظ والاعتبار بذكر الخطط والآثار (ط : دار الكتب العلمية، بيروت ١٤١٨ هـ) جلد ۲ صفحہ ۴۳۶ پر یہ عنوان قائم کیا ہے:

ذكر الأيام التى كان الخلفاء الفاطميون يتخذونها أعيادا، ومواسم تتسع بها أحوال الرعية، وتكثر نعمهم

ان ایام کا تذکرہ جن میں فاطمی خلفاء عیدیں اور تہوار مناتے تھے جن کے ذریعہ رعایا کے حالات کشادہ ہو جاتے اور انکی نعمتیں بڑھ جاتیں۔

اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

"وكان للخلفاء الفاطميين فى طول السنة: أعياد ومواسم، وهى: موسم رأس السنة، وموسم أوّل العام، ويوم عاشوراء، ومولد النبيّ صلّى الله عليه وسلّم، ومولد عليّ بن أبى طالب رضى الله عنه، ومولد الحسن، ومولد الحسين عليهما السلام، ومولد فاطمة الزهراء عليها السلام، ومولد الخليفة الحاضر، وليلة أوّل رجب، وليلة نصفه، وليلة أوّل شعبان، وليلة نصفه، ...."

"فاطمی خلفاء سال بھر میں عیدیں اور تہوار مناتے اور وہ تہوار یہ ہیں: سال کے اختتام میں، سال کے آغاز میں، عاشوراء کے دن، میلاد النبی ﷺ، میلاد علی رضی اللہ عنہ، میلاد حسن رضی اللہ عنہ، میلاد حسین رضی اللہ عنہ، میلاد فاطمہ رضی اللہ عنہا، موجودہ خلیفہ کا میلاد، رجب کی پہلی رات کا تہوار، پندرہ رجب کا تہوار، شعبان کے شروع میں، شعبان کی پندرھویں رات........ الخ"

پھر اسی کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۳۳۳ پر لکھتے ہیں:

"ذكر جلوس الخليفة فى الموالد الستة فى تواريخ مختلفة، وما يطلق فيها، وهى مولد النبيّ صلّى الله عليه وسلّم، ومولد أمير المؤمنين عليّ بن أبى

طالب، ومولد فاطمة عليها السلام، ومولد الحسن، ومولد الحسين عليهما السلام، ومولد الخليفة الحاضر"

"مختلف تاریخوں میں چھ میلادوں کے موقع پر خلیفہ کے جلوس اور دیگر کاموں کا ذکر، اور وہ میلاا النبی صلی اللہ علیہ وسلم میلاد امیر امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ، میلاد فاطمہ رضی اللہ عنہا، میلاد حسن رضی اللہ عنہ، میلاد حسین رضی اللہ عنہ، اور موجودہ خلیفہ کا میلاد ہے۔"

پھر اس ذکر کے دوران میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہونے والے کاموں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فإذا كان اليوم الثانى عشر من ربيع الأوّل، تقدّم بأن يعمل فى دار الفطرة عشرون قنطارا من السكر اليابس حلواء يابسة من طرائفها، وتعبى فى ثلثمائة صينية من النحاس، وهو مولد النبيّ صلّى الله عليه وسلّم"

"تو جب ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہوتی تو دار الفطرہ میں بیس قنطار شکر سے مختلف قسم کا خشک حلوہ تیار کیا جاتا اور اسے پیتل کے تین سو برتنوں میں ڈالا جاتا اور یہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تہوار ہوتا۔"

پھر اسکے بعد اس میلاد میں ہونے والے مختلف امور کا ذکر کرتے ہوئے خلیفہ کا اس جلوس و جلسہ کی قیادت کرنا اور بڑے بڑے خطباء کا میلاد کے موضوع پر درس دینا نقل کیا ہے۔ (مصدر سابق، ص ۲۳۳، ۲۳۴)

علامہ مقریزی کی اس توضیح سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس بدعت میلاد کے اولین موجد فاطمی خلیفے تھے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ فاطمی خلیفے کٹر قسم کے رافضی شیعہ تھے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عید میلاد منانا رافضی شیعوں کی ایجاد ہے۔ اور وہ صرف میلاد النبی ﷺ ہی نہ مناتے بلکہ اسکے ساتھ ساتھ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ، حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور موجودہ خلیفہ کا میلاد بھی منایا کرتے تھے۔

اور انہی الفاظ سے اس بدعت میلاد کا تذکرہ محمد بخيت المطيعي الحنفي قاضي اسكندرية نے اپنی کتاب أحسن الكلام فيما يتعلق بالسنة والبدعة من الأحكام (ط:مطبع كردستان العلمية قاهرة ١٣٢٩هـ) کے صفحہ نمبر ٦١ پر بھی کیا ہے۔

اور تقریبا یہی بات أحمد بن علي بن أحمد الفزاري القلقشندي ثم القاهري (المتوفى: ٨٢١هـ) نے اپنی کتاب صبح الأعشى في صناعة الإنشاء جلد ٣ ص٥٧٦ میں کچھ یوں نقل کی ہے:

الجلوس الثالث جلوسه فى مولد النبي صلى الله عليه وسلم فى الثانى عشر من شهر ربيع الأوّل

وكان عادتهم فيه أن يعمل فى دار الفطرة عشرون قنطارا من السّكّر الفائق حلوىٰ من طرائف الأصناف، وتعبّى فى ثلاثمائة صينية نحاس. فإذا كان ليلة ذلك المولد، تفرّق فى أرباب الرسوم: كقاضى القضاة، وداعى الدعاة، وقرّاء الحضرة، والخطباء، والمتصدّرين بالجوامع القاهرة ومصر، وقومة المشاهد وغيرهم ممن له اسم ثابت بالديوان .

تیسرا جلوس ۱۲ ربیع الاول کو میلاد النبی ﷺ کا نکالا جاتا تھا۔

اس جلوس میں انکا طریقہ یہ تھا کہ دار الفطرہ میں ۲۰ قنطار عمدہ شکر سے مختلف قسم کا حلوہ تیار کیا جاتا اور پیتل کے تین سو برتنوں میں ڈالا جاتا اور جب میلاد کی رات ہوتی تو اس حلوہ کو مختلف ارباب رسوم مثلا: قاضی القضاۃ، داعی الدعاۃ، قراء، واعظین، قاہرہ اور مصر کی جامع مساجد کے صدور، مزاروں کے مجاور و نگران اور دیگر ان لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا جن کا نام رجسٹرڈ ہوتا۔

اور اس بدعت کی اولین ایجاد اور پھر اسکی تجدید کی تاریخ کے بارہ میں **محمد بخیت المطیعي الحنفي قاضي اسکندرية** اپنی کتاب **أحسن الکلام فیما یتعلق بالسنة والبدعة من الأحکام** (ط:مطبع کردستان العلمية قاهرة ۱۳۲۹ھ) کے صفحہ نمبر ۵۹ تا ۶۱ پر تحریر فرماتے ہیں:

إن أول من أحدثها بالقاهرة الخلفاء الفاطميون وأولهم المعز لدين الله توجه من المغرب إلى مصر فی شوال سنة ٣٦١ھ إحدىٰ وستين وثلاثمائة هجرية فوصل إلى ثغر سكندرية فی شعبان سنة اثنين وستين وثلاثمائة ودخل القاهرة .... وفی خلافته أعاد الموالد الستة المذكورة بعد أن أبطلها الأفضل وكاد الناس ينسونها .

سب سے پہلے اسے قاہرہ میں فاطمی خلفاء نے ایجاد کیا تھا اور ان میں سب سے پہلا "المعز لدین اللہ" تھا۔ جو کہ شوال ۳۶۱ھ میں مغرب سے مصر آیا اور ۳۶۲ھ تک سکندریہ کی سرحدوں تک پہنچ گیا۔ اور اسی سال سات رمضان المبارک کو قاہرہ میں پہنچ گیا۔ تو انہوں نے چھ میلادیں ایجاد کیں: میلاد النبی ﷺ میلاد امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میلاد

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ، میلاد حسن رضی اللہ عنہ میلاد حسین رضی اللہ عنہ اور موجودہ خلیفہ کا میلاد ۔اور یہ میلادیں اسی انداز سے جاری رہیں حتی کہ " الأفضل ابن امیر الجیوش" نے انہیں ختم کیا۔اور اسکا والد "امیر الجیوش" "مستنصر باللہ" کی دعوت پر اسکے دور خلافت میں شام سے مصر آیا تھا اور وہ بدھ کی رات ۲ جمادی اولی ۴۶۵ھ کو مصر میں داخل ہوا تھا۔ اور جب وہ اہل شام سے جنگ کے لیے گیا تو اس نے اپنے بیٹے " افضل" کو اپنا نائب بنا دیا۔اور جب ربیع الثانی یا جمادی اولی سنہ ۴۸۷ھ میں " امیر الجیوش" فوت ہوا تو لشکر نے اسکے بیٹے "افضل" کو اسکے قائم مقام کر دیا۔ پھر "مستنصر باللہ " ۱۷ ذو الحجہ ۴۹۵ میں فوت ہو گیا اور اسکی مدت خلافت سات سال اور دو ماہ تھی ، تو "افضل" نے " مستنصر باللہ " کے بعد اسکے بیٹے " مستعلی باللہ" کو کھڑا کر دیا۔ پھر "مستعلی" ۱۷ صفر ۴۹۵ھ کو فوت ہو گیا اور اسکی مدت خلافت سات سال اور دو ماہ تھی ۔اسکے بعد " افضل " نے اسکی وفات کے دن ہی اسکے بیٹے "الآمر باحکام اللہ " کو خلیفہ بنا دیا۔ پھر "افضل" عید الفطر کی رات ۵۱۵ھ کو قتل کر دیا گیا۔ پھر "آمر باحکام اللہ " ۵۲۴ھ میں قتل ہو گیا اور اسکی خلافت میں مذکورہ بالا چھ میلادیں دوبارہ شروع ہو گئیں جبکہ " افضل " نے انہیں ختم کر دیا تھا اور لوگ انہیں تقریبا بھول چکے تھے۔

محمد بخيت المطيعي الحنفي قاضي اسكندرية کی اس صراحت سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اس بدعت کا اولین موجد فاطمی خلفاء میں سے " المعز لدين الله " تھا جس نے چوتھی صدی ہجری سنہ ۳۶۲ھ میں اسے ایجاد کیا پھر پانچویں صدی ہجری سنہ ۴۶۵ھ کو "افضل ابن امیر الجیوش" نے اسے ختم کر دیا اسکے بعد چھٹی صدی ہجری سنہ ۵۱۶ھ میں اسے "الآمر باحکام اللہ " نے دوبارہ شروع کیا۔

اسی طرح عراق کے شہر اربل میں اس بدعت کی تاریخ ایجاد کے بارہ میں

محمد بخيت المطيعي الحنفي قاضي اسكندرية اپنی کتاب أحسن الكلام فيما يتعلق بالسنة والبدعة من الأحكام (ط:مطبع كردستان العلمية قاهرة ١٣٢٩هـ)

کے صفحہ نمبر ٦٦ پر تحریر فرماتے ہیں:

"وأقول إن الملك المظفر صاحب أربل الذي قال السيوطى أنه أول من أحدث فعل ذلك هو أبو سعيد كوكبوري ابن أبى الحسن على بن بكتكين بن محمد الملقب بالملك الأعظم مظفر الدين صاحب أربل تولى بعد وفاة أبيه الملقب بزين الدين فى عشرة ذي القعدة سنة خمسمائة وثلاثة وستين وكان عمره أربع عشرة سنة وهو أول من أحدث عمل الموالد بمدينة أربل ."

" اور میں (محمد بخیت المطیعی الحنفی) کہتا ہوں کہ ملک مظفر صاحب اربل جس کے بارہ میں امام سیوطی نے کہا ہے کہ اس نے سب سے پہلے اسے ایجاد کیا تھا اسکا نام ابو سعید کوکبوری بن ابو الحسن علی بن بکتکین بن محمد ہے، اور لقب ملک اعظم مظفر الدین صاحب اربل ہے۔ یہ اپنے والد " زین الدین " کی وفات کے بعد ۱۰ ذوالقعدہ ۵٦۳ھ کو بادشاہ بنا تھا جبکہ اسکی عمر چودہ سال تھی۔ اور یہی وہ شخص ہے جس نے اربل شہر میں میلادوں کا آغاز کیا۔"

یعنی چھٹی صدی ہجری کے اواخر سنہ ۵٦۳ھ میں شہر اربل میں بھی یہ موالید شروع ہوگئے تھے جن کے موجد فاطمی رافضی بادشاہ تھے۔

اور صاحب اربل مظفر الدین نے یہ کام ایک صوفی ملا" عمر بن محمد" کی پیروی میں شروع کیا تھا۔

أبو القاسم شهاب الدين عبد الرحمن بن إسماعيل بن إبراهيم المقدسي الدمشقي المعروف بأبي شامة (المتوفى: ٦٦٥هـ) اپنی کتاب الباعث على إنكار البدع والحوادث (ت: عثمان أحمد عنبر ، ط: دار الهدى – القاهرة ١٣٩٨ – ١٩٧٨) ص ٢٤ پر رقمطراز ہیں:

وَكَانَ أول من فعل ذَلِك بالموصل الشَّيْخ عمر بن مُحَمَّد الملا أحد الصَّالِحين الْمَشْهُورين وَبِه اقْتدى فِي ذَلِك صَاحب أربل وَغَيره.

موصل شہر میں سب سے پہلے مشہور صوفی عمر بن محمد الملا نے اسے ایجاد کیا اور اربل کے بادشاہ نے بھی اس مسئلہ میں اسی کی پیروی کی۔

یعنی موصل میں اس کام کی ابتداء اربل سے پہلے ہوئی تھی۔ شاہ اربل نے موصلی صوفی کی تقلید میں یہ کام شروع کر لیا تھا۔

ستم بالائے ستم یہ کہ شاہ اربل کو اس بدعت کا جواز فراہم کرنے کے لیے ایک "بدعتی ملا" بھی دستیاب آگیا جس نے اس بدعت کے جواز میں کتاب لکھ ماری۔

میں محمد بخيت المطيعي الحنفي قاضي اسكندرية اپنی کتاب أحسن الكلام فيما يتعلق بالسنة والبدعة من الأحكام (ط:مطبع كردستان العلمية قاهرة ١٣٢٩هـ) کے صفحہ نمبر ۷۰ پر تحریر فرماتے ہیں:

"ولما قدم عمر ابن الحسن المعروف بأبی الخطاب ابن دحية إلى مدينة أربل فى سنة أربع وستمائة وهو متوجه إلى خراسان ورأىٰ صاحبها الملك المعظم مظفر الدين ابن زين الدين مولعا بعمل مولد النبي ﷺ عمل له كتابا سماه "التنوير فى مولد السراج المنير" وقرأه عليه بنفسه ، ولما عمل هذا الكتاب دفع له الملك المعظم ألف دينار ."

" اور جب عمر بن الحسن المعروف ابو خطاب بن دحیہ ۶۰۴ھ کو خراسان جاتے ہوئے اربل پہنچا تو اس نے دیکھا کہ شاہ اربل ملک مظفر الدین بن زین الدین میلاد النبی ﷺ کا بہت دلدادہ ہے تو اس نے اس (بادشاہ کو خوش کرنے) کے لیے ایک کتاب لکھی جسکا نام اسے نے رکھا "التنویر فی مولد السراج المنیر" اور خود وہ کتاب بادشاہ کو پڑھ کر سنائی۔ اور جب اس نے یہ کتاب لکھی تو ملک معظم نے اسے ایک ہزار دینار (بطور انعام) دیے۔

یہ شاہ اربل جو کہ انتہائی ظالم قسم کا انسان تھا، رعایا پر بہت ظلم کرتا، لوگوں کے مال بلا وجہ ضبط کرلیتا تھا، اسی بدعت کے جواز پر کتاب لکھنے کی وجہ سے بطور انعام ۱۰۰۰ دینار یعنی ۳۷۵ تولہ سونا ایک کذاب شخص ابو الخطاب عمر بن الحسن کو دے دیا۔

ایسے ہی بدعتی بادشاہوں کی وجہ سے یہ بدعات عروج پکڑ گئیں اور آہستہ آہستہ دیگر ممالک میں بھی پہنچتی رہیں۔ کسی نے سچ کہا تھا

وهل أفسد الدين إلا الملوك   أو أحبار سوء أو رهبانها

دین کو بگاڑنے والے صرف تین قسم کے لوگ ہیں: بادشاہ، علمائے سوء، اور صوفی۔

برصغیر میں میلاد کا آغاز

برصغیر پاک وہند میں اس بدعت کا آغاز چودھویں صدی ہجری سنہ ۱۳۵۲ھ بمطابق بیسویں صدی عیسوی سنہ ۱۹۳۳ء میں ہوا۔ اسکے بارہ میں مشہور ناول نگار " نسیم حجازی" کے اخبار "روزنامہ کوہستان"(رجسٹرڈ ایل نمبر ٦٠٠٥) ۲۲ جولائی ۱۹۶۴ء کے شمارہ میں جناب احسان صاحب بی۔اے لکھتے ہیں:

" لاہور میں عید میلاد النبی ﷺ کا جلوس سب سے پہلے ۵ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء بمطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۲ء کو نکلا۔ اس کے لیے انگریزی حکومت سے باقاعدہ لائسنس حاصل کیا گیا تھا۔ اس کا اہتمام انجمن فرزندان توحید موچی دروازہ نے کیا۔ اس انجمن کا مقصد ہی اس جلوس کا اہتمام کرنا تھا۔

انجمن کی ابتداء ایک خوبصورت جذبے سے ہوئی۔ موچی دروازہ لاہو کے ایک پرجوش نوجوان معراج الدین اکثر دیکھا کرتے تھے کہ ہندو اور سکھ اپنے دھرم کے بڑے آدمیوں کی یاد بڑے شاندار طریقے سے مناتے ہیں اور ان دنوں میں ایسے لمبے لمبے جلوس نکلتے ہیں کہ کئی بازار ان کی وجہ سے بند ہو جاتے ہیں۔ حافظ معراج الدین کے دل میں یہ خیال آیا کہ دنیا کے لیے رحمت بن کر آنے والے نبی ﷺ کی یاد میں اس سے بھی زیادہ شاندار جلوس نکلنا چاہیے ۔ انہوں نے اپنے محلے کے بزرگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ان میں مستری حسین بخش رنگ ساز، شیخ قمرالدین وکیل مرحوم، مستری خدابخش مرحوم اور

دیگر کئی بزرگ شامل تھے۔ آخر ایک انجمن قائم ہوگئی جس کا مقصد عید میلاد النبی ﷺ کے موقعہ پر جلوس مرتب کرنا تھا۔ اس میں مندرجہ ذیل عہدہ دار تھے:

۱۔ صدر مستری حسین بخش ۲۔ نائب صدر مہر معراج دین ۳۔ سیکرٹری حافظ معراج الدین ۴۔ پراپیگنڈہ سیکرٹری میاں خیر دین بٹ (بابا خیرا) ۵۔ خزانچی حکیم غلام ربانی۔

اشتہارات کے ذریعہ جلوس نکالنے کے ارادہ کو مشتہر کیا گا۔ چست اور چاق وچوبند نواجوانوں کی ایک رضاکار جماعت بنائی گئی اور جگہ جگہ نعتیں پڑھنے کا انتظام کیا گیا۔ ابو الاثر حفیظ جالندھری کے " سلام " کی مشق خاص طور بہم پہنچائی گئی۔ اس جماعت میں حسب ذیل نوجوان شامل تھے:

۱۔ سالار فیروز الدین (حال فزیکل انسٹرکٹر گورنمنٹ کالج) ۲۔ نائب سالار محمد عادل خان (حال پشاور یونیورسٹی) انکے علاوہ حکیم محمد عاقل خان، حافظ محمد اشرف، مستری ولایت حسین، محمد زبیر اور باباشاکی نے بڑے جوش سے حصہ لیا۔ موچی دروازہ کے دوسرے نوجوان بھی انکے شانہ بشانہ تھے۔

جلوس کے لیے عرضی دی گئی تو ہندوؤں کی طرف سے اس کی شدید مخالفت کی گئی۔ لیکن ملک محمد امین مرحوم کی کوششوں سے اجازت مل گئی اور انجمن لائسنس حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔

یہ جلوس ۱۹۴۰ء تک باقاعدہ نکلتا رہا۔ اس سال حکومت اور خاکساروں میں تصادم ہوگیا اور جلوس بطور احتجاج بند کر دیا گیا۔ ہندو اس جلوس کی روح رواں حافظ معراج الدین کے خلاف اکثر سازشیں کرتے رہتے تھے لیکن ان کا کوئی وار کارگر نہیں ہوتا تھا۔ اتفاق سے ایک دفعہ رنگ محل میں دو پارٹیوں کا تصام ہوگیا جس میں ایک نوجوان جس کا نام فیروز تھا قتل ہوگیا

۔ہندوؤں کی سازش نے اس قتل میں حافظ معراج الدین کو بھی ملوث کر لیا لیکن ہندو کی یہ چال بھی کارگر نہ ہوئی۔ حافظ معراج الدین کی عدم موجودگی میں مہر معراج الدین ملک لال دین قیصر اور فیروز دین احمد نے جلوس کا اہتمام کیا اور جلوس اسی شان سے نکلا۔

قیام پاکستان کے بعد حافظ صاحب سردار عبد الرب نشتر گورنر پنجاب ملے اور انہیں اس بات پر رضامند کر لیا کہ جلوس حکومت کے اہتمام میں نکلے۔ چنانچہ اس سال سرکاری اہتمام میں انتہائی تزک واحتشام کے ساتھ جلوس نکلا۔ شاہی قلعہ لاہو میں فوج کی پریڈ ہوئی اور سلامی دی گئی۔

اس زمانے میں جلوس کی ترتیب اس طرح کی جاتی کہ اس مہینے کا چاند دیکھنے کے بعد شہر کے ہر دروازے پر مندرجہ ذیل لوگ لوگوں سے سلامی دیتے اور چاند کا استقبال کرتے:

موچی دروازہ کے باہر ڈپٹی سعادت علی خان مرحوم، لوہاری کے باہر انجمن خادم المسلمین ، موری دروزے کے باہر میاں عبد الرشید دفتری، بھاٹی کے باہر استاد گام چودھری برکت علی، اور فلمسٹار ایم اسماعیل ٹکسالی کے باہر، الطاف حسین اور عاشق حسین مستی کے باہر، حکیم نیر واسطی اور یوسف پہلوان کشمیری کے باہر، چچا ابل اور انکے احباب شیر انوالہ کے باہر، بابو ممتاز یکی کے باہر، امداد علی عرف دادو مرحوم اور سرکی بند حضرات اکبری منڈی کے باہر، عبد الستار دلی دروازہ کے باہر۔" انتہی۔

اس تحریر سے یہ باتیں واضح ہوتیں ہیں کہ:

۱۔ برصغیر میں اس جلوس کا آغاز ۱۹۳۳ء میں ہوا۔

۲۔ اس جلوس کا مفکر وموجد حافظ معراج الدین تھا۔

۳۔ جلوس کے لیے حکومت برطانیہ کی طرف سے باقاعدہ لائسنس جاری کیا گیا۔

۴۔ جلوس کے لیے اشتہار بازی کی جاتی تھی۔

۵۔ قیام پاکستان کے بعد اسے حکومتی سرپرستی حاصل ہوگئی۔

اسی طرح مصطفی کمال پاشانے روزنامہ مشرق ۲۶ جنوری ۱۹۸۴ء کے شمارہ میں اسی حوالہ سے ایک مضمون تحریر کیا وہ لکھتے ہیں:

آزادی سے پیشتر ہندوستان میں حکومت برطانیہ ۲۵ دسمبر کو حضرت عیسی کے یوم پیدائش کو بڑے اہتمام کے ساتھ منانے کا انتظام کرتی اور اس روز کی فوقیت کو دوبالا کرنے کے لیے اس یوم کو " بڑے دن" کے نام سے منسوب کیا گیا۔ بڑے دن کا مطلب یہ نہیں تھا کہ دن ۱۲ گھنٹے کی بجائے ۱۶ گھنٹہ کا ہوتا ہے بلکہ عوام نوجوانوں اور بچوں کے ذہنوں میں اس کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے دفتروں کارخانوں مدرسوں وغیرہ میں پندرہ روز کی رخصت دی جاتی۔ تاکہ دنیامیں ثابت کیا جائے کہ حضرت مسیح ہی نجات دہندہ تھے۔

حضور پاک ﷺ ۱۲ ربیع الاول کو اس دنیامیں تشریف لائے اور اسی روز وفات پائی۔ کچھ لوگ اس مقدس یوم کو بارہ وفات کے نام سے پکارتے ہیں۔ آزادی سے پیشتر اس یوم کے تقدس کے پیش نظر مسلمانان لاہور نے اظہار مسرت وعقیدت کے طور پر جلوس نکالنے کا فیصلہ کیا۔ اس ضمن میں مسلمانان لاہور کا ایک وفد جس میں خلیفہ شجاع الدین، محمد الدین، بیرسٹر چودھری فتح محمد، محمد فیاض اور میاں فیروز الدین احمد مرحوم شامل تھے، گورنر سے ملاتو اسکو مسلمانوں کے جذبات سے آگاہ کیا۔ گورنر نے مسلمانوں کو بغیر کسی رکاوٹ کے جلوس نکالنے کی منظوری دے دی۔ اسلامی جذبوں سے سرشار بزرگوں نے انجمن معین اسلام کے زیر تحت جس کے سیکرٹری جناب مفتی حمایت اللہ مرحوم (والد بزرگوار شباب مفتی) نے جلوس نکالنے کا پروگرام مرتب کیا۔ ان دنوں کانگرس اپنے اجتماع موری دروازہ میں منعقد کیا

کرتی تھی اور اسکے مقابلہ میں مسلمان اپنے اجتماع موچی دروازہ میں منعقد کرتے تھے ۔لہذا موچی دروازہ کو سیاسی مرکز ہونے کے علاوہ سب سے پہلے عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس نکالنے کا شرف بھی حاصل ہے ۔ علمی طور پر جلوس کی قیادت انجمن فرزندان توحید موچی گیٹ کے سپرد ہوئی، جس میں حافظ معراج دین، حکیم معین الدین، بابو سراج دین، شاہ الدین اسلم ، مستری حسین بخش، چودھر فتح محمد، ملک محمد الدین بیرسٹر ،چودھری کلیم الدین، مہر سراج دین اور میاں فیروز الدین احمد و مسلم لیگی لیڈر جنہوں نے مسٹر جناح کو قائد اعظم کا لقب دیا اور دیگر نوجوان شامل تھے ۔" دار النذیر" موچی دروازہ میں جلوس کے پروگرام اور انتظام کے متعلق اہم فیصلے کیے جاتے۔ انجمن کی زیر قیادت جلوس ہر سال مسلسل کامیابی وکامرانی سے نکالتا رہا۔ جلوس کا لائسنس اور اجازت نامہ میاں فیروز الدین احمد کے نام تھا۔ ۱۹۳۴ء میں مسلم لیگ کے علاوہ تحریک خلافت بھی عوام میں مقبول تھی۔ لہذا ۱۹۳۴ء اور ۱۹۳۵ء میں لائسنس میاں فیروز الدین احمد سیکرٹری خلافت کمیٹی کے نام پر کر دیا گیا۔ بعد کے دیگر لائسنس کے علاوہ ۱۹۴۲ء کے اجازت نامہ میں میاں فیروز الدین کو سیکرٹری مسلم لیگ کے طور پر منظوری ملی۔ جلوس کا آغاز ۱۹۳۴ء، ۱۹۳۵ء میں موچی دروازہ سے دیگر علاقہ جات سے ہوتا ہوا ارات ایک بجے شاہی مسجد پہنچا۔ بعد میں دوسرا جلوس اندرون شہر اور بھاٹی دروازہ سے گزرنے کے بعد حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر اختتام پذیر ہوا۔

جلوس میں گھوڑے پر سوال نوجوان ہاتھوں میں نیزے لیے ہوئے گشت کرتے۔ سیاسی، دینی اور سماجی کارکنوں کے علاوہ جلوس کے آگے پہلوانوں کی ٹولی بھی شمولیت کرتی جسکی رہنمائی رستم زماں گاماں پہلوان اور امام بخش پہلوان وغیرہ کرتے ۔ فنکار پارٹی اور دیگر نوجوانوں کی رہنمائی ماسٹر فیروز مرحوم انسٹرکٹر فزیکل ٹریننگ گورنمنٹ کالج لاہور کے سپرد

تھی۔ اراکین خلافت کمیٹی شعبہ والنٹر کور، مجلس احرا، خاکسار، مجلس اتحات ملت ، نیلی پوش اور مسلم لیگی حضرات جوق درجوق شامل ہو کر جلوس کی رونق کو دوبالا کرنے میں اہم کردار ادا کرتے۔

جلوس کے اختتام پر خلیفہ شجاع الدین (سپیکر اسمبلی) نواب شاہ نواز ممدوٹ، محمد فیاض اور میاں امیر الدین و دیگر معززین لاہور اچھی کارکردگی پر انعامات تقسیم کرتے۔

اس سے پیشتر یہ یوم بارہ وفات کے نام سے منسوب تھا۔ مگر بعد میں انجمن نعمانیہ ٹکسالی گیٹ کے زیر اہتمام پیر جماعت علی شاہ، مولانا محمد بخش مسلم، نور بخش توکل اور دیگر علمائے کرام نے قرارداد کے ذریعہ عید میلاد النبی ﷺ نام دیا۔" انتھی۔

اس مضمون سے بھی سابقہ باتوں کے ساتھ ساتھ کچھ مزید وضاحتیں سمجھ آتی ہیں کہ:

ا۔ یہ جلوس ہندوؤں کے ساتھ ساتھ عیسائیوں کی بھی نقالی کرتا تھا۔

۲۔ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو ۱۹۳۳ء سے قبل بارہ وفات کے نام سے جانا جاتا تھا، پھر اسکے بعد ایک قرارداد کے ذریعہ اس دن کو عید میلاد النبی ﷺ کا نام دیا گیا۔

((ضروری نوٹ: ان دونوں مضامین کی نقل کتاب کے آخر میں موجود ہے))

میلاد کے موقع پر شریعت کی خلاف ورزیاں

اسراف وتبذیر:

اللہ رب العالمین نے قرآن مجید فرقان حمید میں فضول خرچی کی مذمت کے لیے دو لفظ استعمال فرمائے ہیں" اسراف اور تبذیر "۔

اسراف: ایسی فضول خرچی ہوتی ہے جو ضرورت کے کاموں میں کی جائے۔ مثلا گھر کے دروازہ کے آگے پردہ لٹکانے کے لیے انتہائی قیمتی مثلا خالص ریشمی کپڑے کا استعمال اسراف کہلاتا ہے۔ کیونکہ ضرورت صرف" پردہ" ہے اور وہ ایک عام سادہ سے کپڑے سے بھی پوری ہوتی ہے۔ اسی طرح ضرورت سے زیادہ کھانا پینا اور کپڑوں کے درجنوں سوٹ سلوا لینا بھی اسراف کے زمرہ میں آتا ہے۔ اسراف کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

" يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ"

"اے بنی آدم ہر مسجد کے پاس اپنی زینت اختیار کرو اور کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو یقینا اللہ تعالی اسراف کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔" (الأعراف:۳۱)

تبذیر: ایسی فضول خرچی جس کی ضرورت ہی نہ ہو اور کوئی فائدہ نہ دے تبذیر کہلاتی ہے۔ مثلا: دیواروں پر پردے لٹکانا، بازاروں اور گلیوں کو سجانا، اور دن کے وقت صحن میں بلب وغیرہ روشن کیے رکھنا۔ کیونکہ ان میں سے کسی چیز کی بھی ضرورت نہیں اور نہ ہی کوئی

فائدہ ہے۔ اور فضول خرچی کی یہ قسم یعنی تبذیر پہلی قسم یعنی اسراف سے زیادہ قبیح ہے اور اسی بناء پر اللہ تعالی نے اس سے شدید نفرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

" إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا"

(الإسراء : ۲۷)

یقینا تبذیر کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے۔

عید میلاد منانے والے اس خود ساختہ عید کے موقع پر اسراف و تبذیر کا خوب بازار گرم رکھتے ہیں۔ بازاروں کو سجایا جاتا ہے، ہر طرف جھنڈے اور جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں ساری ساری رات بلا وجہ بازاروں، دکانوں، مکانوں، گلی کوچوں اور چوکوں چوراہوں پر لائٹیں روشن رکھی جاتی ہیں اور صرف رات ہی نہیں بلکہ دن میں بھی یہ کام جاری رہتا ہے۔ بیت اللہ اور روضہء رسول ﷺ کی شبیہ بنائی جاتی ہے اور نہ جانے کیا کیا کچھ فضول خرچیاں اس موقع پر کی جاتیں ہیں جن میں سے اکثر تبذیر کے زمرہ میں آتی ہیں۔ اور یہ سب کچھ بنا کر رسول اللہ ﷺ کا استقبال کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ

بڑے ادب کا مقام ہے یہ حضور تشریف لا رہے ہیں

جبکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سجے ہوئے گھر جانے سے انکار فرما دیا تھا:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ أَتَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَدْخُلْ عَلَيْهَا وَجَاءَ عَلِيٌّ فَذَكَرَتْ لَهُ ذَلِكَ فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنِّي رَأَيْتُ عَلَى بَابِهَا

سِتْرًا مَوْشِيًّا فَقَالَ مَا لِي وَلِلدُّنْيَا فَأَتَاهَا عَلِيٌّ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهَا فَقَالَتْ لِيَأْمُرْنِي فِيهِ بِمَا شَاءَ قَالَ تُرْسِلُ بِهِ إِلَى فُلَانٍ أَهْلِ بَيْتٍ بِهِمْ حَاجَةٌ

[صحيح البخاري ،كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها ، باب هدية ما يكره لبسها (٢٦١٣)]

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے لیکن گھر میں داخل نہ ہوئے، تو جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انہیں سارا ماجرا کہہ سنایا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارہ میں استفسار فرمایا تو آپ ﷺ فرمانے لگے میں نے اسکے دروازہ پر نقش ونگار والا پردہ دیکھا تھا(اس لیے اسکے گھر داخل نہیں ہوا) تو یہ بات سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتلائی تو وہ فرمانے لگیں کہ آپ ﷺ مجھے اس (پردہ) کے بارہ میں جو چاہیں حکم کریں (میں تعمیل کرنے کو تیار ہوں) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے فلاں گھر والوں کے پاس بھیج دو، جو ضرورت مند ہیں۔

درس عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو مساجد، مکانات، دکانیں، گلیاں، محلے، سڑکیں، چوک اور چوراہے سجا کر رسول اللہ ﷺ کی آمد کا انتظار کرتے ہیں۔وہ پیغمبر جو اپنی پیاری لخت جگر کے دروازہ پر نقش ونگار والا ریشمی پردہ لٹکا دیکھ کر دروازے سے ہی واپس تشریف لے گئے وہ ان سجے ہوئے بازاروں اور مسجدوں میں کیونکر داخل ہونگے۔امام الانبیاء جناب محمد مصطفی ﷺ کے جعلی استقبال میں بازاروں اور گلیوں میں سینکڑوں تھان کپڑوں کے جھنڈے اور شو پیس وغیرہ بنانے والے، لمبی چوڑی لائٹنگ کرنے والے، بیت اللہ اور روضہء رسول ﷺ کی شبیہ بنانے والے، جعلی پہاڑیاں اور قبے بنانے والے جان لیں سید ولد آدم

امام الانبیاء جناب محمد کریم ﷺ کو ان سجاوٹوں ، شو پیسوں ، فضول خرچیوں ، اسراف اور تبذیر سے شدید نفرت تھی۔اور آج ہی فوراتوبہ کرکے ان فضول کاموں سے باز آجائیں۔

چراغاں، اور آتش بازی:

آتش پرستوں کی نقالی میں آج کے اس جدید دور میں بھی جبکہ روشنی کے نت نئے انداز ایجاد ہو چکے ہیں ربیع الاول کا مہینہ شروع ہوتے ہی ساری ساری رات مکانوں کی چھتوں دیواروں اور گلیوں بازاروں میں چراغاں بھی کیا جاتا ہے اور مشعل بردار نوجوانوں کی ٹولیاں جلوس نکالتی ہیں۔ اب توپٹاخے بھی بجنے لگے ہیں اور آتش بازی بھی کی جاتی ہے۔ یہ سراسر مجوسیوں کی مشابہت ہے وہ آگ کی عبادت کرتے تھے اور اپنے آتش کدوں کی آگ کو ٹھنڈا نہ ہونے دیتے تھے۔اور اپنے تہواروں کے موقع پر اسی طرح چراغاں کرتے تھے اور آج بھی وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

[سنن أبي داود كتاب اللباس باب في لباس الشهرة (٤٠٣١)]

جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔

پھر یہ عمل تبذیر کے زمرہ میں بھی آتا ہے کیونکہ اس چراغاں یا مشعلیں جلانے کا کوئی فائدہ یا ضرورت نہیں ہے۔

موسیقی:

اللہ تعالی نے موسیقی کو حرام قرار دیا ہے۔ بلکہ اسے اللہ تعالی کی رحمت سے محرومی کا سبب قرار دیتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَصْحَبُ الْمَلَائِكَةُ رُفْقَةً فِيهَا كَلْبٌ وَلَا جَرَسٌ [صحيح مسلم كتاب اللباس والزينة باب كراهية الكلب والجرس في السفر (٢١١٣)]

فرشتے اس قافلے کے ساتھ نہیں چلتے جس میں کتا یا گھنٹی ہو۔

اسی طرح ہلکے پھلکے میوزک کو بھی حرام قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ وَالْحَرِيرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ

[صحيح البخاري كتاب الأشربة باب ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه]

میری امت میں ایسے لوگ ضرور ہونگے جو زناکاری، ریشم اور دف بجانے کو حلال کرلیں گے۔

یعنی ان کاموں میں سے کوئی بھی کام حلال نہیں ہے لیکن وہ تأویلیں کرکے انہیں حلال بنا لیں گے۔

اور آج یہی کام ہو رہا ہے دف بجانے کے جواز پر فتوے بھی صادر ہو رہے ہیں اور نعتوں میں دف اور ہلکا پھلکا میوزک شامل کیا جارہا ہے، اور بھرپور میوزک کی بھرمار نعت نبی ﷺ کے ساتھ کرکے اسے قوالی جیسے قبیح نام سے موسوم کیا جارہا ہے۔ اور بڑی بڑی محفلیں اس کام کے لیے منعقد کی جاتی ہیں۔ محفل قوالی، محفل نعت کے اشتہارات چھپتے ہیں۔ اور قوال و نعت

خواں حضرات طبلے وڈھول وڈفلی ودف کی تھاپ پر ثناء مصطفی ﷺ کرتے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہُلڑبازی، جلوس، شورشرابہ:

اسلام متانت اور سنجیدگی کو پسند کرتا ہے، اور ہلڑبازی، شورشرابہ، آوازیں کسنا، اور گلے پھاڑ پھاڑ کر بولنا شریعت کوناپسند ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارہ میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا صَخَّابًا فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِي بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ [جامع الترمذي أبواب البر والصلة باب ما جاء في خلق النبي ﷺ (٢٠١٦)]

رسول اللہ ﷺ عادتا یا قصدا فحش گوئی کرنے والے نہ تھے، نہ ہی بازاروں میں اونچی اونچی آواز میں شور کرنے والے نہ تھے اور برائی کا جواب جواب سے نہیں دیتے تھے بلکہ عفوو درگزر فرماتے تھے۔

جبکہ بدعت میلاد کے ان جلوسوں میں سارے بازار بند کرکے مسافروں کو تکلیف سے دوچار کیا جاتا ہے، خوب شور مچایا جاتا ہے۔ ہلڑبازی ہوتی ہے، آتش بازی، میوزک، بھنگڑا، گھوڑوں، گدھوں، موٹرسائیکلوں، سائیکلوں، ڈالوں، اور ٹرالیوں پر مشتمل لمبے لمبے جلوس بیہودہ قسم کے فحش اور لچر الفاظ استعمال کرتے، گالیاں نکالتے، نازیبا کلمات کہتے، مخالفین کو شیطان اور شیطان کے چیلوں جیسے قبیح القابات سے نوازتے اور لاؤڈ سپیکروں پر سارے علاقہ کو سناتے چلے جاتے ہیں۔ کیا یہ نبی ﷺ کی آمد کی خوشی منائی جارہی ہے کہ وفات کی ؟؟؟۔

کہ اس موقع پر ہر وہ کام کیا جاتا ہے جو آپ ﷺ کو ناپسند تھا، اور جس سے آپ ﷺ کو شدید نفرت تھی۔

بھیک مانگنا:

امام الانبیاء جناب محمد مصطفی ﷺ نے بلاوجہ بھیک مانگنے سے منع فرمایا ہے:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَزَالُ الْمَسْأَلَةُ بِأَحَدِكُمْ حَتَّىٰ يَلْقَىٰ اللَّهَ وَلَيْسَ فِي وَجْهِهِ مُزْعَةُ لَحْمٍ

[صحيح مسلم كتاب الزكاة باب كراهة المسألة للناس (١٠٤٠)]

لوگوں سے بھیک مانگنے والا اللہ کو اس حال میں ملے گا کہ اسکے چہرے پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہو گا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ

[صحيح مسلم كتاب الزكاة باب كراهة المسألة للناس (١٠٤١)

جس نے مال بڑھانے کے لیے لوگوں سے سوال کیا (بھیک مانگی) وہ یقینا آگ مانگ رہا ہے چاہے تو کم کرلے اور چاہے تو زیادہ کرلے۔

جبکہ بدعت میلاد کے موقع پر "مدنی منوں" کو بھیک مانگنے کے لیے یہ کہہ کر بھیک مانگنے پر تیار کیا جاتے ہے کہ رافضی شیعہ محرم الحرام کے موقع پر اپنے بچوں کو "حسین کا منگتا" بناتے ہیں تو ہم نبی ﷺ کے منگتے کیوں نہیں بن سکتے۔

اور پھر یہیں پر بس نہیں، محافل میلاد بپا کرنے کے لیے چوکوں چوراہوں اور راستوں کو روک کر چندہ مانگا جاتا ہے۔ بلکہ زبردستی بھی لیا جاتا ہے۔ یعنی جگہ ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔

اسی طرح اور بہت سی خرافات اس بدعت عظمی کے موقع پر دیکھنے کو ملتی ہیں جن کی شریعت میں واضح لفظوں کے ساتھ مذمت کی گئی ہے مثلا:

بیت اللہ اور روضہء رسول کی شبیہ بنانا، شرکیہ نعتیں پڑھنا، مجلس کے آخر میں قیام اس عقیدت کے تحت کرنا کہ نبی کریم ﷺ مجلس میں خود حاضر ہوتے ہیں، شیرینی تقسیم کرنا، دیگیں پکانا، دروازے اور پہاڑیاں بنانا، مخصوص لباس پہننا، تصویریں اتارنا، رقص و وجد کا اہتمام کرنا، شب بیداری کرنا، اجتماعی نوافل، اجتماعی روزے، اجتماعی قرآن خوانی، عورتوں مردوں کا اختلاط، نوجوان لڑکوں کا جلوس میں شرکت کرنا اور عورتوں کا ان کو دیکھنا، من گھڑت قصے کہانیوں اور جھوٹی روایات کا بیان، انبیاء، ملائکہ، صحابہ کرام کے بارے میں شرکیہ اور کفریہ عقیدے کا اظہار، اور اس طرح کی دیگر خرافات کہ جنہیں دیکھ کر شیطان بھی شرماتا ہوگا۔ اللہ تعالی ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

چند میلادی شبہات کا ازالہ

پہلا شبہہ ::ابو لہب نے میلاد منایا:

قَالَ عُرْوَةُ وثُوَيْبَةُ مَوْلَاةٌ لِأَبِي لَهَبٍ كَانَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا فَأَرْضَعَتْ النَّبِيَّ ﷺ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ قَالَ لَهُ مَاذَا لَقِيتَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيتُ فِي هَذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ

[صحيح البخاري كتاب النكاح باب وأمهاتكم الآتى أرضعنكم .... (۵۱۰۱)]

عروہ نے کہا کہ ثویبہ ابو لہب کی لونڈی تھی اور ابو لہب نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ تو اس نے نبی ﷺ کو دودھ پلایا۔ جب ابو لہب مر گیا تو اسکے خاندان میں سے کسی نے خواب میں اسے بری حالت میں دیکھا تو اس نے کہا تو نے کیا پایا؟ ابو لہب نے کہا تمہارے بعد میں نے سکون نہیں پایا سوائے اس بات کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے ذرا سا پانی اس میں سے پلا دیا جاتا ہوں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب کوئی کافر بھی نبی کریم ﷺ وسلم کی ولادت کی خوشی میں لونڈی آزاد کرے تو اسکے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے تو ایک مؤمن اور مسلمان کی تو کیا ہی بات ہے۔

ازالہ:

اولا: یہ قرآن مجید فرقان حمید کی نص صریح کے خلاف ہے۔ اللہ رب العالمین کا فرمان ہے:

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ (١) مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ (٢) سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (٣) [سورة اللهب]

"ابو لہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوگئے اور وہ خود بھی ہلاک ہوگیا، اسے اس کے مال اور اعمال نے کچھ فائدہ نہ دیا۔"

نیز فرمایا:

وَقَدِمْنَا إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا (الفرقان:٢٣)

اور انہوں نے جو عمل کیے ہم انکی طرف متوجہ ہوکر انہیں بکھرے ہوئے ذروں کی طرح کردیں گے۔

ثانیا: یہ روایت باسند صحیح ثابت نہیں کیونکہ یہ عروہ کی مرسل روایت ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی عبارت سے واضح ہے۔ اور عروہ نے یہ واضح نہیں کیا کہ اسے کس نے یہ خواب سنایا ہے؟! یعنی یہ روایت مرسل ہونے کے وجہ سے ضعیف ہے۔

ثالثا: اگر یہ بسند صحیح ثابت بھی ہو جائے تو حجت نہیں کیونکہ یہ خواب ہے۔ اور غیر انبیاء کے خواب دین میں حجت نہیں ہوتے۔

اگر اہل میلاد خوابوں کو حجت مانتے ہیں تو اس خواب کے بارہ میں انکی کیا رائے ہے؟ جسے

أبو بكر أحمد بن علي بن ثابت بن أحمد بن مهدي الخطيب البغدادي

(المتوفی: ٤٦٣ھ) نے اپنی کتاب تاريخ بغداد ١٣/ ٤٠٣ (ط: الأولى، ١٤١٧ ھ، دار الكتب العلمية - بيروت) میں بسند صحیح نقل کیا ہے :

محمد بن حماد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں " رَأَيْتُ النَّبِيّ ﷺ فِي المنام، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا تَقُولُ فِي النظر فی كلام أبی حنيفة وأصحابه، وأنظر فيها وأعمل عليها؟ قال: لا، لا، لا، ثلاث مرات. قلت: فما تقول فی النظر فی حديثك وحديث أصحابك، أنظر فيها وأعمل عليها؟ قال: نعم، نعم، نعم ثلاث مرات. ثم قلت: يَا رَسُولَ الله ، عَلّمْنِي دُعَاءً أَدْعُو بِهِ، فعلمنی دعاء وقاله لی ثلاث مرات، فلما استيقظت نسيته."

میں نے خواب میں نبی ﷺ کو دیکھا تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ابو حنیفہ اور اسکے ساتھیوں کی (کلام) فقہ کو حاصل کرنے کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں ؟ کیا میں اسے سیکھوں اور اس پر عمل کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا " نہیں ، نہیں ، نہیں" تین مرتبہ کہا۔ پھر میں نے پوچھا تو آپ ﷺ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی حدیث کا علم حاصل کرنے کے بارہ میں کیا فرماتے ہیں ؟ کیا میں اسے سیکھوں اور اس پر عمل کروں ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا " ہاں ، ہاں ، ہاں " تین مرتبہ فرمایا۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے کوئی دعاء سکھائیں تاکہ میں وہ دعاء مانگا کروں۔ تو آپ ﷺ نے مجھے دعاء سکھلائی اور اسے تین مرتبہ دہرایا جب میں بیدار ہوا تو وہ دعاء بھول گیا۔

کیا بریلوی ذریت اس خواب کو حجت جان کر ابو حنیفہ کی تقلید سے توبہ کرنے کو تیار ہے؟!

رابعا: اگر بالفرض مان لیا جائے کہ ابو لہب نے میلاد منایا لیکن اس بات کو کیسے بھولا جاسکتا ہے کہ میلاد منانے والے نے نبی ﷺ کی بات کبھی نہیں مانی!

صد حیف کہ آج بھی میلاد منانے والے نبی ﷺ کا میلاد تو مناتے ہیں لیکن نبی ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں بلکہ الٹا اسکی مخالفت کرتے ہیں۔ کہ نبی ﷺ نے تو اپنی ولادت کے روز یعنی ہر سموار کو روزہ رکھا ہے لیکن یہ سال بعد عید مناتے ہیں۔ نبی ﷺ کے روزے والے دن عید! کہیں یہ سنت بولہبی تو نہیں!!!

دوسرا شبہہ:: میلاد ماننے کا حکم اللہ نے دیا ہے!

اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

"قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ"

(یونس:۵۸)

کہہ دیجئے کہ اللہ تعالی کے فضل ورحمت کے ساتھ، پس اسکے ساتھ وہ خوش ہو جائیں، وہ اس سے بہتر ہے جسے یہ جمع کرتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالی اپنی رحمت پر خوشی منانے کا حکم دے رہے ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ تو رحمۃ للعالمین ہیں، لہذا انکی آمد پر سب سے زیادہ خوشی منانی چاہیے۔

ازالہ

اولا: اس آیت میں آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کا کوئی تذکرہ ہی نہیں ہے۔ ہاں اس سے پچھلی آیت میں نزول قرآن اور نزول ہدایت کا ذکر ضرور ہے۔

ثانیا: لغت عرب میں فرحت، خوشی محسوس کرنے کو کہتے ہیں، خوشی یا جشن منانے کو نہیں! ۔خوش ہونا اور چیز ہے اور خوشی منانا یا جشن منانا اور چیز ہے۔ان دونوں باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مثلا: اللہ تعالی نے سورہ توبہ میں غزوہء تبوک سے پیچھے رہ جانے والے منافقین کے بارہ میں فرمایا ہے:

فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللّٰهِ (التوبة :٨١)

رسول اللہ ﷺ (کے ساتھ غزوہ تبوک پر جانے کی بجائے آپ ﷺ) سے پیچھے رہنے والے خوش ہوئے۔

توکیا منافقین نے جشن منایا اور ریلیاں نکالی تھیں یا دلی خوشی محسوس کی تھی؟؟؟

ثالثا: اگر یہ آیت واقعتا جشن منانے کی دلیل ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ، تابعین و تبع تابعین وائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟!

تیسرا شبہہ:: نعمت پر عید منانا انبیاء کا شیوہ ہے

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

" قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ"

(المائدة : ١١٤)

عیسیٰ بن مریم نے کہا اے اللہ ! اے ہمارے رب ! ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرما جو ہمارے اول و آخر سب کے لیے عید ہو جائے اور تیری طرف سے نشانی ہو۔ اور ہمیں رزق دے اور تو ہی سب رزق دینے والوں میں سے بہترین رزق دینے والا ہے۔

اس آیت میں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام مائدہ کے نازل ہونے کے دن کو عید کا دن قرار دے رہے ہیں۔ تو ہم آمد رسول ﷺ کے دن کو عید کا دن کیوں نہیں قرار دے سکتے ؟

ازالہ

اس آیت کو عید میلاد النبی ﷺ پر دلیل بنانا فہم کا سہو ہے۔ کیونکہ :

اولا: عیسیٰ بن مریم علیہما السلام مائدہ کو عید قرار دے رہے ہیں نہ کہ مائدہ نازل ہونے کے دن کو ! ، کیونکہ " تَكُونُ لَنَا عِيدًا " میں کلمہ "تکون" واحد مؤنث کا صیغہ ہے جس کا مرجع مائدہ ہے۔ اور مائدہ کا نزول باعث خوشی ہے نہ کہ باعث جشن !۔

ثانیا: اگر یہاں سے عید مراد لے بھی لی جائے تو پھر ہر مائدہ کے نزول پر عید منانا لازم آتا ہے اور نزول مائدہ والا یہ کام تو روزانہ بلاناغہ صبح و شام ہوتا تھا !۔ اور پھر عید منانے اور جشن منانے میں بڑا فرق ہے۔ مسلمانوں کی عیدین یعنی عید الفطر اور عید الاضحی کے دن بھی رسول اللہ ﷺ سے جشن منانا یا ریلیاں اور جلوس نکالنا ثابت نہیں، فتدبر.... !

Daily Kohistan LAHORE

روزنامہ کوہستان لاہور

ٹیلیفون ۶۳۱۸۹ / ۶۱۱۶
قیمت ۱۶ پیسے

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۰۵
چیف ایڈیٹر نسیم حجازی

لاہور، راولپنڈی، ملتان سے بیک وقت شائع ہوتا ہے

لاہور میں عید میلاد النبیؐ

پہلا جلوس ۱۹۳۳ء میں انجمن فرزندانِ توحید نے ترتیب دیا

[illegible]

مشرق سپیشل

روزنامہ مشرق لاہور

بانی عنایت اللہ مرحوم

لاہور میں ۱۲ ربیع الاول کا پہلا جلوس کیسے شروع ہوا

Whereas ... the following licence is granted. Under Act V of 1861 ...
Licence for ...
On the occasion of ...
Section 30 ...
On ... 193...

عید میلاد النبی کے جلوس کے اجازت نامہ کا عکس

علمائے کرام نے ایک قرارداد کے ذریعے اس یوم کو عید میلاد النبی کا نام دیا

اسلامی جذبہ کے پیش نظر انگریز گورنر نے بغیر کسی رکاوٹ کے جلوس نکالنے کی اجازت دے دی